www.wilayattimes.com
اشاعت کا تیسرا سال

ہفت روزہ
ولایت ٹائمز
WILAYAT TIMES
سرینگر

اللہ کی ولایت مومنین اور متقین پر ہے وہ انھیں تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لاتا ہے

جلد:04 ☆ شمارہ نمبر:23 ☆ تاریخ:04 جون 2018 تا 10 جون 2018ء بمطابق 19 رمضان 25 رمضان 1439ھ ☆ صفحات:16

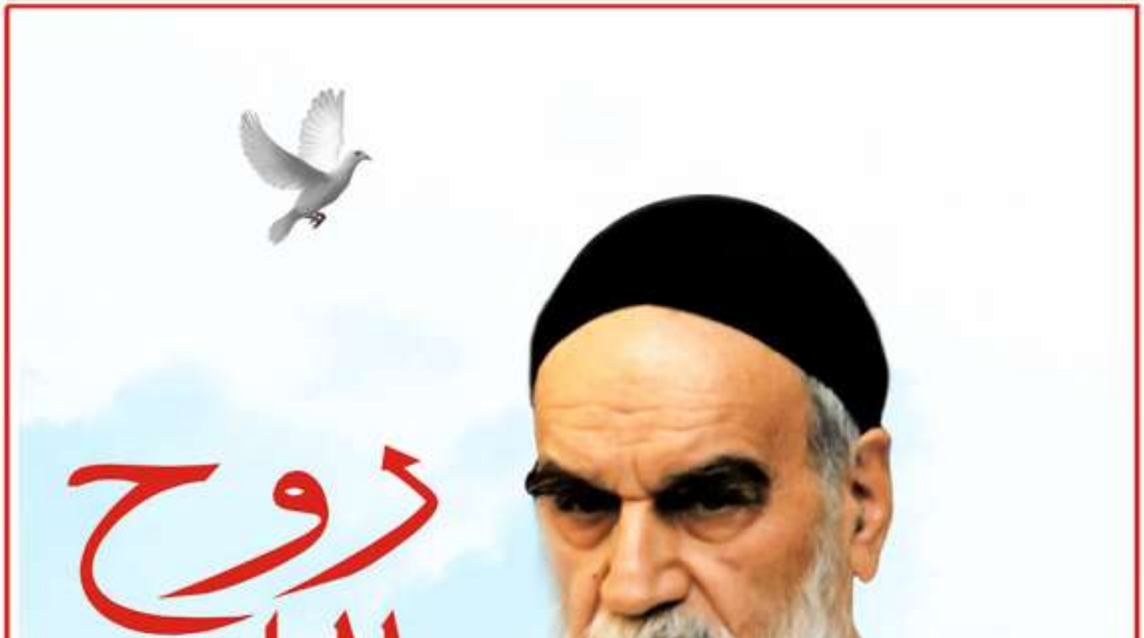

امام خمینیؒ کے نظریہ سیاست نے دنیا کی تقدیر بدل ڈالی

> اسلامی جمہوریہ ایران کا مقدس وجود امام راحل کے ان ہی افکار و تعلیمات کا نتیجہ ہے بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ امام خمینیؒ کے افکار کی عملی تفسیر اسلامی جمہوریہ ایران ہے جو تن تنہا دنیا کے تمام متکبر سامراجی طاقتوں کے خلاف سینہ سپر ہوکر نہ صرف انہیں للکارتا ہے بلکہ ان کیلئے ایک ایسا درد سر بن گیا ہے کہ جس کے علاج کی بسیار کوششوں کے بعد اب انہیں محسوس ہونے لگا ہے کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دواکی اور اسلامیہ جمہوری ایران کی خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول لاشرقیہ لا غربیہ نہ صرف عالم اسلام بلکہ تمام دنیا کیلئے دنیا میں امن و امن قائم کرنے کیلئے ایک کیمیائی نسخہ ہے۔

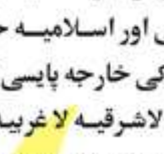

ازقلم: محمد افضل بٹ

دنیا بھر میں کشت و خون کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے تاہم اسلامی دنیا خاص کر عراق، شام یا افغانستان، پاکستان، میانمار، کشمیر وغیرہ کے خون آشام منظرنامے کی ماضی میں نہ کوئی مثال ملتی ہے اور نہ ہی دنیا کے دیگر غیر اسلامی ممالک میں ایسی خونین صورتحال ہے۔ دنیا روز نت نئے مسائل و مشکلات کے اتھاہ بھنور میں پھنس رہی ہے۔ ہمارے مسائل روز بروز گھمبیر اور پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے جا رہے ہیں۔ بسیار نظاموں اور ازموں کی موجودگی کے باوجود دنیا تباہی کے دہانے پر ہے اور اس تمام بھیانک صورتحال کا سرچشمہ موجودہ عیار و مکار سیاست ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ "جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی" دنیا میں ہر سو چنگیزی کا دور دورہ ہے کیونکہ بے دین سیاست کی بنیاد ہی تشدد اور خونریزی پر استوار ہے۔ بے دین سیاست کی دنیا میں حصول اقتدار کیلئے قوم مذہب نسل و رنگ کے نام پر تشدد کی آگ بھڑکانا لازمی ہے۔ یہاں خرمن امن کو نذر آتش کرنا اصولوں کی فہرست میں سرفہرست ہے۔ اس دنیا میں راج گدی پر براجمان حکمران عوام کی خدمت کے بجائے عوام کو اپنی خدمت پر مامور کرتے ہیں۔ دنیا کے اطراف و اکناف میں تیزی سے پھیل رہی دہشت گردی کوئی نیا معمہ یا منصوبہ نہیں بلکہ بے دین سیاست کی ایک لونڈی ہے جس کا استعمال بے دین سیاست کے گلستان کی آبیاری کیلئے کیا جا رہا ہے۔

بانی انقلاب اسلامی ایران حضرت امام خمینیؒ اسی دین سے عاری اور اخلاقیات سے جدا سیاست کی قلعوں کو زمین بوس کرنے کیلئے ایک حقیقی اور اسلامی اصولوں پر مبنی سیاست کا بین الاقوامی نظریہ پیش کیا۔ آپ نے سیاست کے حقیقی اور اصلی مفہوم و معنی کو پیش کر اسلامی انقلاب برپا کرکے اس کی عملی تفسیر و تفصیل پیش کی۔ دنیا کے سیاسی مفکرین نے سیاست کو اسلام سے جدا پیش کرنے کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ زاہد اور متقی سیاست دان نہیں ہوسکتا کیونکہ زہد و تقوی کا سیاست سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ ایک آدمی جس قدر مکار و عیار ہوگا اسی قدر ایک اچھا سیاست دان ہوگا۔ بعض نے تو علماء کو مشورہ دیا کہ وہ سیاست جیسی بدمعاشی سے بچیں۔ نتیجتاً سیاست کی ایک ایسی کڑی پیش کی گئی کہ علماء اور متقی لوگ اس سے کنارہ کشی کرتے رہے اور عیار و مکار لوگ اس میں جوق در جوق داخل ہوتے گئے اور پھر دنیا تباہی کی کس ڈگر پر پہنچ گئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

امام خمینیؒ نے اس تمام فرسودہ اور باطل پروپگنڈے کے خلاف اسلامی سیاست کا نظریہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کی اساس سیاست ہے اور سیاست اور اخلاق ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ امام کے نزدیک اسلام ایک سیاسی دین ہی ہے جس کی ہر چیز یہاں تک کہ عبادت بھی سیاسی ہے۔ امام فرماتے ہیں کہ زہد و تقوی فقط ایک اخلاقی فضیلت نہیں بلکہ ایک سیاسی ضرورت بھی ہے۔ کیونکہ ایک سیاست دان جس قدر متقی اور پرہیزگار ہوگا اسی قدر عوام کے حقوق کا پاس و لحاظ رکھے گا۔ ایک پرہیزگار حاکم ہی پرہیزگار معاشرے کی تعمیر میں کلیدی رول ادا کرکے امن و سکون کے ماحول کو قائم کرسکتا ہے۔ ایک ایسے سماج کو وجود میں لاسکتا ہے جس میں تمام مکاتب ہائے فکر کے لوگ سکون کی زندگی بسر کر رہے ہوں اور جس میں مستضعف طبقہ سر اٹھا کر جی رہا ہو۔

امام خمینیؒ اخلاق و سیاست کی وحدت کے نظریے پر تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسلامی کے اخلاقی احکام بھی سیاسی ہے اور اخلاق ہی ایک معاشرے کی رشد و ترقی کا ضامن ہے۔ امام راحل سیاسی رہنماؤں سے سادہ زندگی بسر کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ آپ کا نظریہ ہے کہ سادہ زندگی بسر کرنے سے ہی دو جہاں کی کامیابی اور سرفرازی حاصل کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ صحیفہ امام میں رہنماؤں سے مخاطب ہوکر رقمطراز ہیں کہ اگر آپ بغیر کسی خوف و ہراس کے باطل کے مقابلے میں کھڑا ہونا اور حق کا دفاع کرنا چاہتے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ بڑی طاقتیں جدید ترین اسلحہ، ان کی سازشیں اور شیاطین آپ کی روح کو متاثر نہ کرسکیں اور نہ ہی شکست دے سکیں تو اس کیلئے آپ کو سادہ زندگی بسر کرنے کی عادت ڈالنی پڑے گی۔ اور مال و دولت جاہ و مقام سے دلی طور پر پرہیز کرنا پڑے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جن عظیم لوگوں نے اپنی قوم و ملت کی خدمت کی ہے وہ اکثر سادہ زندگی گزارتے تھے اور دنیاوی مال و منال سے لاتعلق رہتے تھے۔ جو لوگ اپنی پست نفسانی و حیوانی خواہشات کے اسیر ہوتے ہیں وہ ہر قسم کی ذلت و خواری کو قبول کرلیتے ہیں۔ ایسے لوگ شیطانی طاقتوں کے زر و زور کے سامنے خاشع اور کمزور عوام کیلئے ظالم و ستمگر ہوتے ہیں لیکن آزاد و حریت پسند لوگ اس کے برعکس ہوتے ہیں کیونکہ شاہانہ اسراف پر مبنی زندگی انسانی و اسلامی قدروں کی حفاظت نہیں کرسکتی۔

اسلامی جمہوریہ ایران کا مقدس وجود امام راحل کے ان ہی افکار و تعلیمات کا نتیجہ ہے بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ امام خمینیؒ کے افکار کی عملی تفسیر اسلامی جمہوریہ ایران ہے جو تن تنہا دنیا کے تمام متکبر سامراجی طاقتوں کے خلاف سینہ سپر ہوکر نہ صرف انہیں للکارتا ہے بلکہ ان کیلئے ایک ایسا درد سر بن گیا ہے کہ جس کے علاج کی بسیار کوششوں کے بعد اب انہیں محسوس ہونے لگا ہے کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اور اسلامیہ جمہوری ایران کی خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول لاشرقیہ لاغربیہ نہ صرف عالم اسلام بلکہ تمام دنیا کیلئے دنیا میں امن و امن قائم کرنے کیلئے ایک کیمیائی نسخہ ہے۔

امام خمینیؒ کے فلسفہ سیاست میں دنیا بھر کے مسائل و مشکلات کا حل مضمر ہے اور امام نے جو خطوط و اصول سربراہان مملکتوں کیلئے مرتب کئے ہیں۔ اگر ان پر عمل کیا جائے تو دنیا کو جنت کا نمونہ بنایا جاسکتا ہے۔ اسلامی دنیا کا خون چکاں منظرنامے کا حل بھی امریکہ، برطانیہ یا اقوام متحدہ کے بجائے امام خمینیؒ کے پیش کردہ سیاسی نظام میں مضمر ہے۔ مصر، لیبیا اور تیونس نے امام کے فلسفہ سیاست کو مشعل راہ بنایا ہوتا تو شاید ان ممالک کے عوامی انقلابات کو ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام دنیا کے سربراہان نام نہاد عالمی طاقتوں کی مکار و عیار سیاست کے بجائے امام خمینیؒ کے فلسفہ سیاست کو اپنائے تب ہی مسلمان اپنی سطوت رفتہ کو بحال کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

قیام امام خمینیؒ نے دنیا بھر میں انقلاب برپا کئے

دیکھنا یہ ہے کہ امام خمینیؒ نے انقلاب کیلئے وطنی، قومی، لسانی، معاشی یا اقتصادی نعرہ نہ دیا بلکہ کہا، العرض لله والحكم لله یعنی یہ زمین اللہ کی ہے حکمرانی بھی اللہ کی ہی ہوگی، لا شرکیہ ولا غربیہ اسلامیہ اسلامیہ یعنی نہ ہم مشرکی ہیں نہ مغربی ہم اسلامی ہیں اسلامی، ان نعروں اور انقلاب نے نہ صرف ایران کی تقدیر بدلی بلکہ یہ نعرے پوری دنیا میں مسلمانوں کی نئی کروٹ کا مرکز بنے مظلوم کشمیریوں نے بھی زندگی کی ایک نئی کروٹ لینے کیلئے ان نعروں کا انقلاب کیلئے اپنا لہو گرمایا لیکن ظاہر ہے انقلاب صرف نعروں سے ہی نہیں آیا کرتے اسکے لیئے قیادت کو عوام کے ساتھ ساتھ بے پناہ قربانیاں دینی پڑتی ہے۔

تحریر: حکیم عبدالرشید کشمیر

قوموں کے عروج وزوال کا انحصار جہاں افراد کے طرز حیات پر ہوتا ہے، وہیں قومی قیادت بھی اسکی ذمہ دار ہوتی ہے کہ وہ قوم کی فکری اور عملی رہنمائی کن خطوط پر کرتی ہے۔ ایران جہاں بادشاہی طرز حکومت صدیوں سے اپنی جڑیں مضبوط کرکے قوم کو پشت در پشت غلامی کے دلدل میں پھنسا کر شاہی خاندان اپنے من پسند رویہ کو قائم رکھتے ہوئے ایرانی قوم کی گردنوں پہ سوار تھا، وہیں جمہوریت کے نام پر مغربی طرز زندگی اختیار کرنا شاہی حکمرانوں کی مجبوری بن چکی تھی، جسکی وجہ سے مغربی معاشرہ کی تمام خرافات ایران میں داخل ہو رہی تھی۔ لیکن رسالت محمد عربی ﷺ کے بعد دنیائے انسانیت کو جو قرآنی فکر و نظر زندگی سنوارنے کیلئے میسر آ چکی تھی، علماء کی صورت میں نور کی وہ شعاعیں ایرانی معاشرہ میں موجود تھیں۔ اگرچہ مغرب زدہ شاہی نظام کے حکمران نور کی ان کرنوں کو ختم کرنے کیلئے اپنے تمام تر زور لگا رہے تھے لیکن حاکم حقیقی کے مرضی کے آگے بڑی سے بڑی قوت بے بس ہے۔ علماء حق شاہی نظام کے ذریعہ اشتراکی ذہنیت کے پھیلاؤ اور نظام کے اسلام سے دوری کا علاج کرنے کیلئے ایک طرف حکمرانوں کے طرز عمل کے مخالف تھے، دوسری طرف اسلامی تعلیم و تربیت سے لوگوں کو ذہنی و عملی طور تیار کر رہے تھے کہ حکمرانی کا اختیار صرف اور صرف خالق کائنات کو ہے۔ اسکے نظام زندگی کے اصولوں کے بغیر ہر نظام زندگی باطل ہے۔ اس فکر کو پروان چڑھانے کیلئے ایران میں جہاں مختلف علماء کے کردار کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا لیکن اس فکر کو عملی جامہ پہنانے کیلئے جس عالم باعمل پر عزم صاحب کردار قائد کی اس انقلابی تحریک کو ضرورت تھی وہ تھے امام آیت اللہ خمینی۔

آیت اللہ خمینی نے 20 جمادی الثانی 24 ستمبر 1906 میں ایران کے شہر خمین میں ولادت پائی، انکے دادا سید احمد مولوی (لکھنوی) بھارت کی ریاست لکھنو سے خمین میں آباد ہوئے تھے۔ آیت اللہ خمینی کے والد مصطفیٰ موسوی ایرانی خاتون سے متاہل ہو چکے تھے۔ خمینی کے سر سے انکی صرف پانچ ماہ کی عمر میں ہی والد کا سایہ اٹھ چکا تھا۔ امام نے اصفہان، اراک، مشہد میں تعلیم حاصل کرکے قم کے حوزہ علمیہ سے ۱۹۳۶ء اجتہاد کی سند حاصل کرلی۔ امام خمینی نے علم کی حد کو اس قدر حاصل کیا کہ وہ ان چار مراجع علماء میں شامل ہوئے جن کا رتبہ آیت اللہ سے بڑھ کر ہوتا ہے، باقی تین تھے۔ آیت اللہ کاظم شریعت مداری، آیت اللہ مرعشی اور آیت اللہ گلپائیگانی، یوں یہ مرد حق علم کی قوت سے مالا مال ہو کر اپنی قوم کی رہبری کیلئے آگے بڑھا، بلکہ میں ایک دن انکے دروس نے جہاں عوام میں انہیں مقبول بنایا وہیں حکمرانوں کی بے چینی میں شدت پیدا کر دی اور انکے خطبوں پر پابندی لگا دی گئی۔ ہر دور میں جب بھی حق پسندوں نے اظہار حق کیلئے زبان کھولی تو وقت کے ارباب اقتدار و اختیار نہ صرف انکے مخالف بنے بلکہ انکی زمین تنگ کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت کا استعمال کیا۔ اسلئے یہ کیسے ممکن تھا کہ دارالعلوم میں آیت اللہ خمینی صاحب کے انقلابی درس حکمران برداشت کرتے۔ لیکن رضا شاہ اول کے بعد انکے بیٹے کے تخت نشین ہونے کے بعد خمینی صاحب نے دروس کا سلسلہ نہ صرف پھر سے شروع کیا بلکہ ان دروس میں مزید شدت کے ساتھ حکومت کے جبر تشدد اور غیر اسلامی اقدامات کی سخت تنقید شروع کر دی۔

شاہی حکومت نے انہیں تنگ آ کر ۵ جون ۱۹۶۳ء کو گرفتار کرلیا اور جلا وطن کرکے عراق بھیج دیا لیکن یہ مرد حر عراق میں بھی حق و صداقت کی تحریک چلاتے رہے اور قرآن و حدیث کے دروس کا سلسلہ 15 سال تک جاری رکھا۔ اس دوران خمینی صاحب کی جلاوطنی کے خلاف ایران میں مظاہرے ہوئے تو حکمرانوں نے مظاہرین پر گولیاں چلا کر لوگوں کو شہید کیا جسکی یاد میں پھر ہر سال لوگ مظاہرے کرتے رہے اور گولیاں کھاتے رہے۔ اس طرح عراق میں رہ کر بھی شاہی حکمرانوں کے خلاف خمینی صاحب نہ صرف درد سر بنے رہے بلکہ ایران میں انقلابی تحریک زور پکڑتی رہی۔ ۱۹۷۱ء میں ایران میں شہنشاہی نظام کے ڈھائی ہزار سال مکمل ہونے کا جشن منایا گیا تو امام نے واضح طور کہا۔ ایران میں ڈھائی ہزار سال سے آزادی کا گلا گھونٹا جا رہا ہے، ہر حکمران عوام کا استحصال کرتا رہا ہے۔ اب شاہ بھی اسی بادشاہت کا جشن منا رہا ہے حالانکہ سوگ منانا زیادہ مناسب تھا۔ جب شہنشاہی نظام کو استحصالی نظام امام نے کہا تو پھر کون سا نظام امام خمینیؒ کے زیر نظر تھا؟ اس حوالے سے انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ بادشاہی نظام عوام کی سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی نشوونما میں حائل ہوتا ہے اور اسلامی جمہوریہ کے قیام کیلئے ضروری ہے کہ پہلے سیاسی استبدادی نظام کی تمام صورتوں کو ختم کیا جائے۔ گویا امام واضح طور عوام کو اسلامی نظام کے قیام کیلئے تیار اور شاہی نظام کے خاتمہ کیلئے کر رہے تھے اور مغربی جمہوریت کے پرفریب نعروں کے بجائے اسلامی جمہوریہ کے پاکیزہ تصورات کی طرف مائل کر رہے تھے۔ اب بھلا ایرانی حکمران کیسے برداشت کرتے کہ عراق سے ہی امام ایرانی مسلمانوں کے دلوں پہ حکمرانی کر رہے ہیں اور یہاں انکی پوری شاہی قوت کمزور پڑ رہی ہے۔ اسلئے ایران نے عراق پر دباؤ بڑھایا کہ امام خمینی کو وطن سے نکالا جائے جسکی وجہ سے امام ۶ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو فرانس چلے گئے اور وہیں رہائش اختیار کرلی۔ اللہ کا کرنا یہاں بھی انکی قیام گاہ انقلابی تحریک کیلئے مرکز کی حیثیت اختیار کرگئی اور ایران میں امام کی رہنمائی میں تحریک نے اس قدر زور پکڑا کہ ۱۶ جنوری ۱۹۷۹ء کو شاہ ایران ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور یکم فروری کو ہجرت پہ مجبور کئے گئے امام وطن واپس آئے تو استبدادی نظام شاہی کی دیواریں زمین بوس ہو چکی تھیں۔ انقلاب کے امام کا استقبال کرتے ہوئے فضا میں ایک اللہ کی حکمرانی کے نعرے گونج رہے تھے۔ پھر یکم اپریل کو استصواب عامہ کے بعد ایران اسلامی جمہوریہ بنا۔ (اللہ اکبر)

دیکھنا یہ ہے کہ خمینی نے انقلاب کیلئے وطنی، قومی، لسانی، معاشی یا اقتصادی نعرہ نہ دیا بلکہ کہا، العرض للله والحکم للله یعنی یہ زمین اللہ کی ہے حکمرانی بھی اللہ کی ہی ہوگی، لاشرقیہ ولا غربیہ اسلامیہ اسلامیہ یعنی نہ ہم مشرقی ہیں نہ مغربی ہم اسلامی ہیں اسلامی۔ ان نعروں اور انقلاب نے نہ صرف ایران کی تقدیر بدلی بلکہ یہ نعرے پوری دنیا میں مسلمانوں کی نئی کروٹ کا مرکز بنے مظلوم کشمیریوں نے بھی زندگی کی ایک نئی کروٹ لینے کیلئے ان نعروں کا انقلاب کیلئے اپنا لہو گرمایا لیکن ظاہر ہے انقلاب صرف نعروں سے ہی نہیں آیا کرتے اسکے لیئے قیادت کو عوام کے ساتھ ساتھ بے پناہ قربانیاں دینی پڑتی ہے۔ انقلاب کی رہنمائی حکمرانوں کی مخالفت میں رہ کر گل خانوں سے نہیں کی جا سکتی بلکہ اسکے لئے ایک طرف گھر عیال اور وطن سے دوری کے زہریلے گھونٹ پینے پڑتے ہیں، دوسری طرف قوم کی فکری و عملی رہنمائی کے نقوش چھوڑنے پڑتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کے اس بندے نے کرکے دکھایا۔ تصنیفی میدان میں ۴۵ کتابوں کی تصنیفات میں کشف الاسرار بھی ہے جو اسلام مخالف کتاب اسرار ہزار سالہ کے جواب میں لکھی گئی تھی، دوسری کتاب ولایت فقیہ جو دنیا میں الحکومت الاسلامیہ کے نام سے مشہور ہے بھی تھی۔ جس میں ایک طرف مغربی طرز نظام کی تنقید دوسری طرف اسلام کے حیات بخش نظام کی خوبیاں اور رموز ہیں۔

امام خمینی نے نہ صرف ایران کو ایک فکری اور عملی انقلاب کے ذریعہ بدل کر مغرب اور اسکے پرستاروں کو یہ جواب دیا کہ اسلام ہی کل بھی انسان کی تمام بے چینیوں اور پریشانیوں کا علاج تھا بلکہ آج بھی اور رہتی دنیا تک اسلام ہی کے سایہ میں انسان کو امن عدل اور اطمینان کا نظام فراہم ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ خمینی نے اس وقت کی بڑی قوتوں روس اور امریکہ کے سربراہوں بش اور گورباچوف کو اسلام کے سایہ میں آنے اور اپنے ممالک میں اس نظام کا فائدہ اٹھانے کی دعوت اور صلاح دی۔ یہ خمینی ہی تھے جس نے شرق و غرب کے دائروں سے نکل کر ارض و سماء کے مالک کی بندگی کی طرف دنیائے انسانیت کو دعوت دی۔ لیکن افسوس آج خمینی کو امام کہنے والے مغرب سے خوف زدہ اور مرعوب ہو کر اسلام کی انقلابی روح کو نکال کر غالب قوتوں کے رنگ میں اسلام کو رنگنے کیلئے آمادگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ آج امام کے نام لیوا شیعہ اور سنی بنکر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے ہوئے اسلام کے ان ازلی دشمنوں کو خوش کر رہے ہیں جن پر خمینی کے فکر و نظر اور عمل نے لرزہ طاری کیا تھا۔ اصل میں یہ سب نہ خمینی صاحب کا کمال تھا نہ عوامی بلکہ یہ سب کمال تھا توحید اور اتباع رسول ﷺ کا۔ اے دنیا کے مسلمان تو شیعہ نہیں سنی نہیں مسلم ہے صرف مسلم۔ تو حنفی شافعی حنبلی مالکی نہیں مسلم ہے بس مسلم۔ کیوں تیری تلوار تیرے بھائی کی گردن پہ چل رہی ہے۔ فرمان رسول ﷺ کے مطابق تو مسلم ہے اخو المسلم۔ تو اللہ کا خلیفہ ہے۔ تو محمد ﷺ کی دعوت کا وارث ہے۔ تو نوع انسانیت کا ہمدرد و خیر خواہ ہے۔ تیرے سامنے اللہ کی ساری مخلوق عیال اللہ ہے۔ تو خود غرض نہیں، تو دہشت گرد نہیں، تو معصوموں کی زبان، عصمتوں کا نگہبان، مظلوموں کا ترجمان، مسلمان ہے بس مسلمان۔

میرے نزدیک یہی امام آیت اللہ خمینی اور ہر دور میں انسانیت کے بہی خواہ رہنماؤں کے افکارات و نظریات و عملیات رہے ہیں اور رہیں گے۔ آئیے انہیں بنیادوں پر بکھرے انسانوں کی مالا کو اللہ بندگی محمد ﷺ کی اتباع اور فکر آخرت کے تصورات میں پروتے ہوئے اپنے شب و روز گزارنے کا عزم کریں۔

یہی امام خمینی سے بشمول تمام اولیاء صحابہ و انبیاء کو خراج عقیدت بھی ہوگا اور ظلم استبدادی نظاموں کے پہرہ داروں کے خلاف علم بغاوت بھی کہ راہ حق انسانیت کیلئے پیام امن و راحت بھی اور ہم سب کیلئے فلاح دنیا و آخرت بھی۔۔۔۔۔۔

وماعلينا الى البلا غ المبين

شہر مقدس قم میں امام خمینیؒ کا گھر؟

امام خمینی (رح) نے قم میں اپنی اقامت کے دوران جو مکانات کرایہ پر لئے یا خریدے ان چند گھروں میں سے ان کا آخری گھر قم کے محلہ یخچال قاضی میں واقع ہے۔ اور یہ شہرت کا حامل ہے اور یہ لوگوں کی زیارت اور آثار قدیمہ کا جزء بن گیا ہے۔ یخچال قاضی والا گھر تقریباً ۱۹۵۵ء میں خریدا گیا ہے اور اس سے پہلے قم میں امام کے اختیار میں کوئی ذاتی مکان نہیں تھا۔ امام خمینی (رح) قم میں اپنی اقامت کے آخری لمحوں اور ایام میں اسی معمولی گھر میں زندگی گزارتے تھے۔ یخچال قاضی والے گھر کی قیمت ۱۳ ہزار تومان جو آپ کی میراث میں ملی ہوئی جائداد کو فروخت کرکے خریدی گئی تھی اور پیمائش کے لحاظ سے تقریباً ۳۰۰ مربع میٹر اس کا رقبہ ہے۔ پھر امام خمینی (رح) کی ایران سے ترکی جلاوطنی کے بعد مذکورہ گھر آپ کے اختیار میں تھا لیکن نجف اشرف جلاوطنی اور آپ کے خانوادہ کے نجف منتقل ہو جانے کی بنا پر آپ نے یہ گھر اپنے بھائی آیت اللہ پسندیدہ کے حوالہ کر دیا۔

یخچال قاضی والا گھر تقریباً سو سال پہلے تعمیر کیا گیا تھا اور یہ گھر دو منزلہ یعنی سرداب (Besment) اور پہلی منزل پر مشتمل ہے۔ عمارت کے جنوبی حصہ میں عمارت کا آنگن ہے اور اس کے مغربی اور مشرقی شمال میں سائبان ہے۔ اور عمارت کے وسط میں سیڑھیاں ہیں جو عمارت کو باہری شرقی اور داخلی مغربی دو حصوں میں تقسیم کرتی ہیں۔ عمارت کے باہری حصہ میں ایک بڑا کمرہ ہے جو برسوں امام کے سامعین اور شاگردوں کی مہمانی کا مرکز رہا ہے۔

یخچال قاضی والا گھر قم کے دیگر گھروں کی نسبت رقبہ کے لحاظ سے مناسب ہے لیکن بہت ہی سادہ اور تمام آرائشوں اور سجاوٹوں سے خالی ہے۔ یہ گھر کچی اینٹ کا بنا ہوا بہت ہی سادہ و معمولی ہے اور یہ ایک ایسے انسان کی سادگی اور معمولی زندگی گزارنے کی علامت ہے جس نے عزت کی زندگی گزاری اور عزت و حریت کے ساتھ راہی ملک ابد ہو گئے۔ ایک مغربی ایران شناس کا یوشینکی امام کے گھر کی اس طرح توصیف کرتا ہے۔ امام خمینی پہلے اپنے اہل وعیال اور پانچ بچوں کے ساتھ ناہموار اور تنگ روڈ پر واقع ایک چھوٹے مکان میں زندگی گزارتے تھے جس کے درمیان سے پانی کی نہر جاری تھی۔

شہر نجف اشرف میں امام خمینیؒ کا گھر؟

نجف، عراق کے ایک شہر کا نام ہے اور شیعوں کے پہلے امام حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا روضہ ہے۔

ایرانی مہینہ مہر ماہ ۱۳۴۴ ش کی مورخہ ۵/ اگست ۱۹۶۵ء کو امام خمینی (رح) اور ان کے فرزند آیت اللہ آقا مصطفیٰ اپنی جلاوطنی کے دوسرے مرکز یعنی عراق بھیجے گئے۔ یہ دونوں باپ اور بیٹے عراق میں داخل ہونے کے بعد ایک ہفتہ تک عراق کے مختلف شہروں یعنی کاظمین، سامرا اور کربلا جیسے مقامات مقدسہ کی زیارتوں کے بعد نجف اشرف میں آکر مقیم ہو گئے۔ ۱۳ سال کا طویل عرصہ یہاں گزر گیا اور آخری سال امام نے اپنے شہید فرزند کے بغیر گزارے۔

نجف، عراق کے ایک شہر کا نام ہے اور پہلے امام حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا روضہ ہے، جغرافیائی موقعیت کے لحاظ سے بغداد کے جنوب میں ۱۶۰ کیلو میٹر ۳۱/۹۹۵ شمالی اور ۳۳۵، ۴۴ مغربی مختصات میں واقع ہے۔ یہ شہر معنوی لحاظ سے پاکیزہ ترین شہروں میں ایک شہر اور عراق میں علم و سیاسی طاقت کا مرکز شمار ہوتا ہے۔ اور اس کے قریب میں کوفہ ہے اس طرح سے کہ نجف اور کوفہ دو شہروں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتے، نجف کا تاریخی سابقہ کوئی خاص نہیں ہے۔ اس شہر کی شہرت حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپ کے اس شہر میں دفن ہو جانے کی وجہ سے ہے جو پہلے امام ہیں اور مسجد کوفہ میں آپ کی شہادت ہوئی ہے۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے شہر کوفہ سے قریب پوشیدہ طور پر ایک انجان جگہ پر دفن کیا جائے۔ اس علاقہ کو اس وقت نجف کہتے ہیں، پھر اس امام عالی مقام کی شہادت کے ایک صدی بعد ان کے بعد کے ائمہ نے آپ کے مدفن کے بارے میں لوگوں کو بتایا۔ اور یہی بات باعث ہوئی کہ تدریجاً علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے چاہنے والے وہاں گھر بنا کر سکونت کرنے لگے۔

اس کے بعد تدریجاً نجف عوام کا ایک مرکز ہو گیا اور شہر مذہبی مرکز بن گیا اور وہاں سب سے پہلا حوزہ علمیہ وجود میں آیا۔ آیت اللہ عبدالکریم حائری کے ذریعہ حوزہ علمیہ قم کے رونق پانے سے پہلے لوگ اپنے تعلیمی سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لئے نجف اشرف جاتے تھے۔ اگر چہ اس وقت صورت حال فرق کر رہی ہے۔ لیکن آج بھی نجف کا حوزہ علمیہ بلند درجہ رکھتا ہے۔ حوزہ علمیہ نجف میں اکابر علماء تحصیل اور تدریس میں مشغول رہے ہیں کہ حضرت امام خمینی (کا مسجد شیخ انصاری میں ۱۳ سالہ تدریسی دورہ اسی میں سے ایک ہے اور اس وقت کے مرجع تقلید آیت اللہ سیستانی اس شہر میں ساکن ہیں۔

امام خمینیؒ خود بھی بیدار تھے اور دنیا کو بھی بیدار کیا

بانی انقلاب اسلامی روح اللہ موسوی خمینی (رح) نے ظالم حکمرانوں اور سامراج کے خلاف اپنی ستاسی سالہ انتھک کوششوں کے بعد دار فانی کو الوداع کہا اور اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ بلاشبہ حضرت امام خمینی کا نام ایران اور دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ درخشاں رہے گا۔ امام خمینی رحمت اللہ علیہ نے بڑی بے باکی کے ساتھ عالمی سامراج کے خلاف تحریک شروع کی اور وہ بھی ایسے ملک میں جہاں جابر حاکم کے سامنے کسی میں آواز اٹھانے کی ہمت مشکل سے نظر آتی تھی۔ انھوں نے اپنی عظیم تحریک سے ڈھائی ہزار سال سے جاری شہنشاہیت کی بساط لپیٹ دی۔

حضرت امام خمینی (رح) انسان کی آزادی کے خواہاں تھے خود بیدار تھے اور قوم کو بھی بیدار کر دیا اور انہوں نے پورے عالم اسلام کو بیدار کر دیا تاریخ کے اس سورما، ایران کے اس شجاع و شیر دل انسان اور انقلاب کے اس بانی کے رعب و دبدبہ سے قصر باطل میں زلزلہ آ گیا تھا، دربار شاہی درہم برہم ہو گیا تھا۔ ہم اس قائد و رہبر کو سلام پیش کرتے ہیں جس نے خود آگہی کو شعور بخشا، جس نے غیرت کی روح پھونکی، ملت کو سربلندی کا راز بتایا، کبر و نخوت کا تخت پلٹا، قصر شاہی میں ایسا شگاف ڈالا کہ ظلم کانپ اٹھا، ہم ایسے مرد مجاہد پر سلام بھیجتے ہیں جس نے اپنی پوری زندگی اسلام کے لئے وقف کر دی۔ آپ ہمیشہ اتحاد بین المسلمین پر بہت زیادہ تاکید فرماتے تھے۔

اگر کوئی حضرت امام خمینی رحمت اللہ علیہ کی راہ پر چلنا چاہتا ہے تو اسے ان کے سات زریں اصولوں پر ہر حال میں عمل کرنا چاہئے۔

(۱) خداوند عالم کے وعدوں پر یقین اور سامراجی طاقتوں کے وعدوں پر بے یقینی۔ (۲) خالص اسلام پر ایمان اور امریکی اسلام کی نفی۔ (۳) عوامی طاقت پر اعتماد۔ (۴) محروموں اور کمزوروں کی حمایت۔ (۵) سامراج مخالف محاذ کی تقویت۔ (۶) قومی خودداری پر ایمان۔ (۷) تسلط پسند طاقتوں کی نفی اور قومی اتحاد اور تفرقہ انگیز سازشوں پر توجہ امام خمینی کے سات زریں اصول ہیں۔

آج عالم اسلام کے حالات انتہائی خراب ہیں، سامراجی ذرائع ابلاغ، سچ کو جھوٹ، جھوٹ کو سچ قرار دے رہے ہیں اور آج ان کی سازشوں کے مقابلے میں حضرت امام خمینی رحمت اللہ علیہ کے زریں اصولوں کی افادیت پہلے سے کہیں زیادہ واضح ہو رہی ہے۔ ہم اس عظیم شخصیت کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔

ہر سال دنیا کے بہت سے لوگوں کی دھڑکن اس موقع پر تیز ہو جاتی ہے کیونکہ یہ وہ ایام ہیں جن میں ایک ملکوتی انسان سے، دنیا محروم ہو گئی جس نے اس دنیا کو محروموں اور کمزوروں کے لئے زیادہ محفوظ بنا دیا تھا۔ حضرت امام خمینی رحمت اللہ علیہ کا ایک انتہائی اہم کارنامہ اقوام عالم کے خلاف عالمی سامراج کی سازشوں کو ناکام بنانا ہے۔ انھوں نے جس طرح سے سماج کے انتہائی کمزور اور محروم طبقے کی مدد سے اپنی تحریک آگے بڑھائی وہ دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔

اسلامی انقلاب ایران

مولانا مودودیؒ اور امام خمینیؒ کے مابین وابستگی اور مراسم

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی انقلاب اسلامی ایران کو اسلامی انقلاب تصور کرتے تھے، انکی ہمدردیاں انقلاب اسلامی ایران کیساتھ تھیں۔ انہوں نے ہمیشہ انقلاب اسلامی ایران کی تائید اور حمایت کی۔ وہ انقلاب اسلامی کے فوری بعد ایک وفد لیکر امام خمینی کی خدمت میں گئے، گیارہ فروری کو انقلاب کامیاب ہوا اور وہ ستائیس فروری کو وہاں پہنچ گئے۔ پوری دنیا کی اسلامی تحریکوں کے نمائندوں کا وفد تھا، جو چارٹرڈ طیارہ لیکر امام خمینی کے پاس گیا اور کہا کہ آپ کو جس تعاون کی ضرورت ہو، ہم حاضر ہیں۔ لیکن مولانا مودودی اسی سال رحلت کر گئے۔ جب وہ بیمار ہوئے تو آگے بیٹے نے انہیں علاج کے لئے امریکہ بلا لیا، انکی وفات کے بعد مولانا مودودی کے بیٹے نے تعزیت کے دوران لاہور میں اسلامی جمہوری ایران کے قونصلیٹ کے وفد کو بتایا کہ ہمارے والد محترم نے مجھ سے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ اگر میری طبیعت زیادہ ناساز نہ ہوتی تو میں ایران سے ہو کر امریکہ آتا۔ مولانا مودودی نے جو اگلا جملہ کہا وہ بڑا اہم تھا کہ میرا دل انقلاب اسلامی ایران کیساتھ دھڑکتا ہے۔ اسی طرح امام خمینی نے انقلاب اسلامی کی کامیابی سے پہلے مولانا مودودی کو 19 جنوری 1979ء میں خط لکھا اور دو رکنی وفد کیساتھ یہ خط بھیجا۔ یہ میری کتاب کا حصہ ہے، اس کے مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا مودودی نے امام خمینی کو خط لکھا تھا، اور امام خمینی نے اس کا جواب لکھا تھا، کیونکہ اس میں شکریہ کے الفاظ بھی ہیں کہ آپ کا خط ملا۔

مولانا مودودی نے امام خمینی کو اس وقت خط لکھا تھا، جب امام خمینی ابھی پیرس میں تھے، اس کے فوری بعد امام خمینی ایران تشریف لائے۔ مولانا مودودی کے قریبی لوگوں نے بتایا کہ مولانا کے پاس پوری دنیا سے ہزاروں وفد آتے تھے، لیکن اتنا تکلف انہوں نے کسی کے لئے نہیں کیا، جس طرح امام خمینی کے دو رکنی وفد کا پرتپاک انداز میں استقبال اور اہتمام کیا۔ امام خمینی کے متعلق مولانا مودودی نے کہا کہ امام خمینی ایک الٰہی انسان ہیں۔ اسی طرح جب مولانا مودودی کی رحلت ہوئی تو امام خمینی نے انہیں عالم اسلام کا عظیم رہنما قرار دیا۔ اس طرح امام خمینی سے مولانا مودودی کی ملک میں ملاقات ہوئی

میری کتاب میں موجود ولی فقیہ آیت اللہ سید علی خامنہ ای کا خط بھی شامل ہے، جس میں انہوں نے انقلاب سے پہلے مولانا مودودی کی کتب کے عربی ترجمے میں کچھ کمزوریوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ ان چار کتابوں کے اس ترجمے کی تصحیح کروں، اس بات کا تذکرہ پہلے کہیں نہیں ہے، یہ ایک نئی بات ہے مولانا مودودی سے متعلق۔ مولانا مودودی کی رحلت ہوئی انقلاب اسلامی کی کامیابی کیساتھ ہی، اسی طرح جنگ شروع ہوگئی، لیکن مولانا مودودی کی وفات امام خمینی کے انقلاب پر مکمل اعتماد اور تعاون کیساتھ ہوئی۔ شاید مولانا مودودی کی وفات کے بعد مولانا کے پائے کی کوئی شخصیت جماعت کے پاس نہیں رہی، لیکن جماعت میں ایسے لوگ ہمیشہ موجود رہے ہیں، جو انقلاب اسلامی سے محبت کرتے ہیں، وہ اب بھی ہیں۔

البصیرہ لاہور کے ڈائریکٹر اور معروف محقق نثار علی ترمذی کے انٹرویو سے اقتباس

امام خمینیؒ کے اسلامی انقلاب نے مستضعفین جہان کو معطر کردیا

السلام علیک یا روح اللہ

از قلم: وسیم رضا

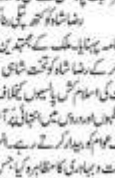

ایران میں 1925ء میں رضا شاہ پہلوی نے زمامِ اقتدار تھامنے کے ساتھ ہی ملک میں امریکی منصوبوں اور سازشوں کو عملی جامہ پہنانے کا باضابطہ آغاز کیا۔ امریکہ کی ایما پر رضا شاہ نے ایران میں تمام تر اسلام مخالف پروگراموں اور انسانیت سوز جرائم کو معاشرے میں پھیلانے کیلئے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ اس دور میں ایران میں بے حیائی، شراب نوشی، غنڈہ گردی، رشوت خوری، جہالت، پسماندگی، بداخلاقی اور بدکرداری میں مغربی ممالک کے معاشروں سے بہت کافی آگے تھی۔ ایرانی عوام کو اسلامی اقدار و تعلیمات سے بیگانہ کرنا اور انہیں دنیاوی خواہشوں کے دلدل میں پھنسانا ہی امریکی کا بنیادی مقصد تھا تاکہ وہ ایران کے قدرتی وسائل بشمول تیل و گیس کا بے تحاشا لوٹ کھسوٹ کرے اور خطے میں اس کی اہم اسٹریٹجک پوزیشن سے بھی فائدہ اٹھائے۔

رضا شاہ کو کٹھ پتلی بنا کر امریکہ نے ایران میں اپنے تمام تر مقاصد اور سازشوں کو عملی جامہ پہنایا۔ ملک کے مجتہدین و علمائے دین نے وقت وقت پر امریکی سازشوں کو بے نقاب کر کے رضا شاہ کو تخت شاہی سے گرانے کیلئے حتی الامکان کوششیں کیں۔ انہوں نے حکومت کی اسلام کش پالیسیوں کیخلاف آواز اٹھانے میں کسی موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ وہ اپنے خطبوں اور دروس میں انتہائی پر آشوب حالات کے باوجود حکومت وقت کے مظلوم منصوبوں کیخلاف عوام کو بیدار کرتے رہے۔ انہوں نے ہر وقت رضا شاہ کیخلاف بغاوت کا علم بلند کرنے میں جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا جس کے پاداش میں ان مجتہدین و علماء اور دانشوروں کو خاک و خون میں غلطان کیا گیا۔ انہیں پابہ زنجیر پابند سلاسل کیا گیا۔ متعدد مجتہدین بصورت زندانوں میں ہی زیر تشدد شہادت سے ہم آغوش ہوئے لیکن ان تمام تر مظالم و مصائب کے باوجود انہوں نے انقلاب کے علم کو تب تک تھامے رکھا جب تک نہ یہ علم امام راحل جہاں دیدہ سیاستدان حضرت امام خمینیؒ کے متبرک اور مضبوط ہاتھوں میں آ گیا۔ امام خمینیؒ نے اس علم کی سربلندی کیلئے بیش بہا قربانیاں پیش کیں۔ امام خمینیؒ نے انقلاب کے گلستان کو سیراب کر کے اس کی خوشبو سے امت مسلمہ میں دنیا کے تمام قوموں اور مظلوموں کو معطر کیا۔

امام خمینیؒ کا انقلاب اسلام محمدیؐ کی ترجمانی اور امریکائی اسلام کی نفی ہے۔ امام نے اس وقت اسرائیل کو غاصب قرار دیکر صیہونی ریاست کی نابودی کیلئے آواز بلند کی جب پوری دنیا میں یہ ایک بڑا جرم مانا جاتا تھا۔ امام خمینیؒ نے مسلمان ممالک کے حکام کو خطوط ارسال کئے اور بیت المقدس کی آزادی کیلئے متحد ہونے کی تاکید کی۔ انقلاب کی کامیابی کے بعد ہی امام راحل نے ایران میں شیعہ سنی اتحاد پر زور دیا اور یہ تحریک دنیا کے کونے کونے میں صادر ہوئی اور تمام مشکلات کا حل آپسی وحدت اور یکجہتی میں مضمر ہے۔

آپ کا بے مثال اسلامی انقلاب نہ صرف عالم اسلام بلکہ تمام انسانیت کیلئے ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ یہ ایک ایسا سرچشمہ ہے جس سے تمام قوموں کی تشنگی دور ہو جاتی ہیں۔ آج کے دور میں امت مسلمہ کی فلاح و بہبودی اور آزادی کیلئے امام خمینیؒ کا انقلاب ہی ایک ایسا نمونہ ہے جس میں امت کے جملہ مسائل، مشکلات اور مصائب کا حل مضمر ہے۔

انقلاب اتحاد کا مظہر

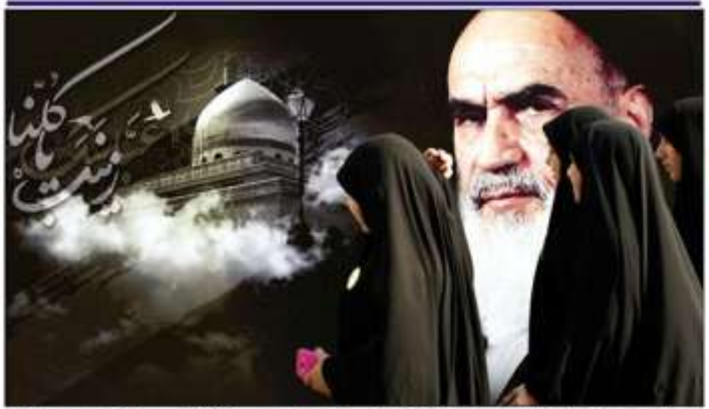

اندھیرا تھا اور اندھوں کی حکمرانی، استکباری طاقتیں اور استعماری قوتیں بزعم خود اسلام جیسے جامع نظام حیات کو مسجدوں اور مدرسوں کی چار دیواری میں محصور کرنے میں کامیاب ہو گئی تھیں عالم اسلام کے ہر طرف اسلامی تحریکوں اور اسلام پسندوں کا قافیہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا ناامیدی اور مایوسی کی گھٹا ٹوپ فضا میں مستضعفین اور محروموں کا دم گھٹ رہا تھا کہ ایسے میں فاطمہ زہرا کی پاکیزہ نسل کے ایک بت شکن نے اپنی روحانی اور الٰہی طاقت کے سہارے شیطانی طاقتوں کے خلاف ہمہ گیر جہاد کا آغاز کیا اور انہیں چیلنج کیا کہ

تمہی سلطان کی یہ دنیا نہ کسی شاہ کی ہے
سارے عالم پہ حکومت فقط اللہ کی ہے

وہ تھے مرد مجاہد بت شکن روح اللہ خمینیؒ۔ آپ اپنی مثال آپ ہیں ان کے افکار سورج کی طرح چمک رہے ہیں دنیا کو منور کر رہے ہیں۔ خمینیؒ وہ عظیم شخصیت تھے جس نے عین اس وقت جب اسلام کو سیاست اور نظام حکومت سے جدا کرنے کی تیاری مکمل ہو چکی تھی اسلام کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی تھی اسی وقت مرد مجاہد روح اللہ خمینیؒ نے عالم اسلام کو نئی زندگی بخش دی اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ایران میں ایک ایسے سیاسی نظام کو قائم کیا جو اپنی ابتداء سے اب تک مغرب اور دوسری بڑی طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی صداقت، حقانیت، حرمت اور جرات کو ثابت کر رہا ہے اور مغرب کے خود ساختہ نظام اقتدار کو للکار رہا ہے یہ نور آفتاب روح اللہ خمینیؒ کی دین ہے۔

قرآن مجید اکثر مقامات پر امت واحدہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس موضوع پر خاصہ زور دیا گیا ہے۔ ایک نیک اور پسندیدہ معاشرہ کی ترقی میں امت واحدہ کا بنیادی کردار ہوا کرتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ لفظ امت کا اطلاق اس گروہ یا جماعت پر ہوتا ہے جو احکام خداوندی کے آگے سر تسلیم و اطاعت خم کئے ہوئے ہیں ایک مقصد اور واحد ارمان کی طرف گامزن ہو۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ ایک محور کے ارد گرد جمع ہونے والی اور ایک خدا کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے والی امت واحدہ ہوگی۔ "امت متفقہ نہیں ہے" یہی وہ وجہ ہے کہ پیغمبران خدا اور رسولان الٰہی نے ہمیشہ ایسے ہی معاشرے کی تشکیل کی کوشش کی ہے اور ایک امت واحدہ کی ایجاد میں اپنے الٰہی ارمانات کی جستجو کرتے رہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی وجود کی گہرائیوں میں اس مقصد عظیم کی جڑیں ہیں اور آفرینش کا نظام وحدت و یکانگت چاہتی ہے۔

تحریر: سید ماجد رضوی ماگام

مرد مجاہد روح اللہ خمینیؒ نے اتحاد بین المسلمین پر کافی زور دیا ہے۔ امام کے دل میں اتحاد بین المسلمین کا سمندر موجیں مار رہا تھا اور وہ دنیا بھر کے مسلمانوں سے صرف ایک چیز کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس پر کافی زور دیا ہے وہ عظیم چیز ہے (اتحاد المسلمین) مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل اسی اتحاد میں ہے چاہے وہ سماجی ہو، سیاسی ہو، اقتصادی ہو یا چاہے دیگر مسائل اور اگر مسلمان متحد ہو جائیں ان کے تمام مسائل دوسروں کا سہارا لئے بغیر حل ہو جائیں گے، وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ اہل سنت و تشیع کے مابین فاصلہ ایجاد کریں وہ نہ تو سنی ہیں اور نہ ہی شیعہ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ لوگ کہ جو اسلام پر اعتقاد رکھتے ہوں اور اس وقت کہ جب ہم ایک وحدت کلمہ سے کامیاب ہو جائیں تو اختلافات اور اختلافی مسائل کو ہاتھ نہیں لگانا چاہئے بڑی بڑی طاقتیں (امریکہ، روس، برطانیہ اور اسرائیل۔۔۔۔۔) جان چکے ہیں کہ جو چیز ان کے اہداف اور خواہ ان کو پیچھے دھکیل رہی ہے وہ اسلام، وحدت بین المسلمین اور مسلمان امتوں کے مابین بھائی چارہ اور برادری ہے، اسی وجہ سے انہوں نے مسلمانوں کے مابین اختلاف ایجاد کرنا شروع کر دیا۔

ہم آپس میں بھائی بھائی تھے ہیں اور رہیں گے ہماری مصلحت آپ کی مصلحت ہے ہم سب اسلام اور قرآن کی حفاظت کریں ہر قسم کا اختلاف اسلام کے لئے نقصان دہ اور دشمن امریکہ و اسرائیل کے لئے فائدہ مند ہے میں آپ تمام سے امید رکھتا ہوں کہ مفسدین کی باتوں پر توجہ نہ دیں ہر کوئی جو اختلافات ایجاد کرے جان لیجئے کہ وہ اغیار سے الہام لے رہا ہے اس کا مقصد و ہدف اسلام کو نابود کرنا ہے۔

برادران شیعہ و سنی! آپ پر لازم ہے کہ ہر اختلاف سے پرہیز و دوری اختیار کریں، آج ہمارے درمیان اختلاف ان لوگوں کے نفع میں ہے جو نہ مذہب شیعہ پر اعتقاد رکھتے ہیں اور نہ مذہب حنفی اور نہ کسی دوسرے مذاہب پر وہ چاہتے ہیں کہ نہ یہ ہو نہ وہ، فقط وہ اختلاف کے راستے کو جانتے ہیں کہ آپ کے مابین اختلاف ڈالیں (اقتباس از پیغام وحدت رہبر کبیر حضرت امام خمینیؒ)

خمینیؒ اکثر کہا کرتے تھے قرآن مجید کی تعلیمات پر مبنی اسلامی تعلیمات کے سایہ میں ہم لوگوں کو متحد رہنا چاہئے اور تمام مسلمانوں کو "اعتصموا بحبل اللہ" کی پیروی کرنی چاہئے آج بین الاقوامی سامراج مسلمانوں کے صفوں میں پھوٹ ڈالنے میں سرگرم ہے آپ نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ اسلامی تحریکوں و تنظیموں کو اچھی طرح تباہ و برباد کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے مسلمانوں میں پھوٹ پیدا کر دی جائے تاکہ وحدت اسلامی اچھی طرح تباہ و برباد ہو جائے، اگر آج مسلمان متحد ہوتے، نہ مظلوم ہوتے نہ محکوم ہوتے، مسلمان ملک ویران نہ کئے جاتے، مسلمانوں کا قتل عام نہ کیا جاتا، ہمارا اقدس مبارک امریکی کٹھ پتلی اسرائیل کے ہاتھوں پامال نہ ہوتا۔ افغانستان، عراق، پاکستان، فلسطین و کشمیر ویران نہ ہوتے۔ ہمارے مظلوم کشمیر میں فورسز کے ہاتھوں قتل عام نہ ہوتا، عورتوں کی عصمت پامال نہ ہوتی اور شیطان بزرگ امریکہ کی یہ مجال نہ ہوتی کہ ہمارے پیغمبر اسلامؐ کی شان میں گستاخی کرتے اور اس کا کارٹون بنا کر منظر عام پر نہ لاتے اور قرآن مجید کی بار بار بے حرمتی نہ کرتے۔۔۔۔۔

امام خمینیؒ کی درد بھری آواز مسلمانو! متحد ہو جاؤ اور اسلام کو بچاؤ، کب تک تمہارے تقدیر کے فیصلے امریکہ و روس میں ہوتے رہیں گے۔

سوئے ذہنوں کو جگا کر سو گیا وہ مرد حق
منفرد کردار سے دنیا کو حیران کر دیا

مقالہ نگار دانشگاہ کشمیر میں شعبہ فارسی میں زیر تعلیم ہے۔

امام خمینیؒ عصر حاضر کا درخشاں ستارہ

از قلم: سید سجاد حسین

بیسویں صدی کے عظیم قائد و رہنما اور سب سے بڑھ کر بانی انقلاب اسلامی ایران مرحوم و مغفور حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید روح اللہ خمینیؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کے اولو العزم اور روحانی قیادت میں جو تاریخ ساز انقلاب اسلامی فروری ۱۹۷۹ء کو سرزمین ایران میں رونما ہوا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

آپؒ کے تاریخ ساز انقلاب سے قبل ایران میں پہلوی شہنشاہیت کے نام سے مطلق العنان حکومت قائم تھی۔ اس آمرانہ، ظالمانہ، جابرانہ اور غیر جمہوری حکومت کا خاتمہ امام خمینیؒ کے الٰہی سربراہی اور روحانی قیادت میں ۱۹۷۹ء میں مکمل طور ہو گیا۔

آج کے جمہوری اسلامی ایران کا انقلاب دوسرے ملکوں کے تاریخی انقلاب سے بالکل مختلف انقلاب تھا۔ فریڈ ہیلی اپنی کتاب "ڈکٹیٹر شپ اینڈ ڈیولپمنٹ (Dictatorship Development)" میں تحریر کرتی ہیں کہ اس انقلاب کو تین وجوہ کی بناء پر دیگر انقلاب سے مختلف تصور کیا جاتا ہے۔

۱۔ انقلابی جدوجہد کے دوران اس تحریک کے زیر اہتمام جو مظاہرے ہوئے ان میں کئی مرتبہ بیس تیس لاکھ سے زیادہ افراد نے شرکت کی۔ اتنی بڑی تعداد میں آج تک دنیا کے کسی ملک میں مظاہرین کا اجتماع نہیں ہوا ہے۔ دنیا میں پہلی بار ایک ایسی فوج کو جو کسی بیرونی جارحیت سے ٹکرا کر کمزور بھی نہیں ہوئی تھی اور جو ایرانی شہنشاہ رضا شاہ پہلوی کے زیر کمان ہمیشہ سے تروتازہ تھی، مسلسل اور منظم عوامی عمل نے شکست فاش دے دی۔ ۳۔ یہ انقلاب ایک ایسے ملک میں برپا ہوا جو اپنے مسائل کے باوجود دنیا کے بہت سے ملکوں کے نسبت زیادہ ترقی یافتہ تھا۔ آج تک جن ممالک میں انقلاب آئے وہ اتنی ترقی یافتہ نہ تھے۔ مثال کے طور پر روس ۱۹۱۷ء میں، چین ۱۹۴۹ء، ویت نام میں ۱۹۷۵ء، اور کیوبا میں ۱۹۵۹ء اتنے ترقی یافتہ نہ تھے۔ ان سب ممالک میں محنت کشوں کی بھی بڑی تعداد آباد تھی۔ مگر اس کے باوجود ایران کی آبادی شہری ہے۔ مزدوروں کی تعداد صرف تین لاکھ ہے۔ ایک ایسے ملک میں انقلاب اسلامی کی آمد نے وقت بہت سے رائج الوقت تصورات بدل دئے۔

پاکستان کے ایک معزز عالم دین اور مجلس وحدت مسلمین صوبہ سندھ کے جنرل سیکریٹری مولانا مقصود علی ڈومکی کے مطابق "امام خمینیؒ نے عصر حاضر کی انسانیت کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا اور انہیں شیطان بزرگ اور طاغوت کے مقابل کھڑا ہونے کا حوصلہ دیا۔ جمہوری اسلامی امام خمینیؒ کا وہ عظیم شاہکار ہے جو عوام کی طاقت سے جمہوری اصولوں پر مبنی الٰہی نظام ہے۔ مغربی جمہوریت اقوام عالم کے لئے ایک سراب ہے کیونکہ یہ مغربی جمہوریت ہی ہے جس نے انسانیت کو بش اور ٹرمپ جیسے قاتل و ظالم تحفے میں دئے ہیں۔ انہوں نے مغربی جمہوری نظام کو اقوام عالم کی بربادی اور تباہی کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے کہا کہ مغربی جمہوریت انسانیت کے کسی درد کی دوا نہیں بلکہ اسلامی جمہوریہ قرآن و سنت پر مبنی وہ پاکیزہ نظام ہے جو عصر حاضر کی پریشان انسانیت کو عزت، عظمت اور سربلندی عطا کر سکتا ہے۔" انہوں نے مزید کہا ہے عالم کفر متحد ہو کر نور خدا کو بجھانا چاہتا ہے مگر دنیا بھر میں کروڑوں انسان عقیدہ مہدویت کے قائل ہیں کہ امام مہدیؑ ضرور تشریف فرما ہیں گے اور دنیا بھر میں عدل و انصاف قائم و دائم ہوگا۔" آمین ثم آمین

اپنے مثالی انقلاب کی نظیر ساز کامیابی کے سلسلے میں اپنی تحریر کردہ تصنیف میں امام خمینیؒ رقم طراز ہیں "ہم تمام اسلامی ممالک کو اپنا سمجھتے ہیں، تمام اسلامی ممالک اپنی اپنی جگہ پر ہیں۔ ہماری یہ خواہش ہے کہ تمام قوتوں اور اسلامی ملکوں میں ایسا ہی انقلاب برپا ہو جائے اور قرآن و سنت رسولؐ کی تعلیمات کے مطابق حکومتیں قائم ہو جائیں۔ ہمارے انقلاب صادر کرنے کا مطلب و مقصد یہ ہے کہ تمام قومیں بالخصوص مسلم بیدار ہو جائیں اور خود کو مشکلات اور غلامی سے نجات دلائیں۔" ایک اور جگہ امام خمینیؒ فرماتے ہیں "اسلام ایسا مکمل دین ہے جس میں احکام الٰہی سیاست سے تعلق رکھتے ہیں۔" یہ بات درست ہے کہ سیاست، مذہبی رہنماؤں کے لئے ممنوعہ نہیں ہے اسلام، رسول اکرمؐ اور قرآن و سنت کے تعلیم کرواری کی جھلک اس میں دکھائی دیتی ہے کیونکہ اسلام میں سیاست کو دین سے جدا نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا امام خمینیؒ نے اسلامی نظریے کے عین مطابق سماجی اور سیاسی پہلوؤں کی یکجہتی پر زور دیا اور ایک ایسے تصور، حکمت و فلسفے کی بنیاد ڈال دی، جس کو "ولایت فقیہ" کہا جاتا ہے یعنی فقیہ کی حاکمیت یا ان لوگوں کی حاکمیت جو فقہ کے حوالے سے معاشرے کی حفاظت کریں گے۔ اس حاکمیت کا اصلی مقصد معاشرے میں اسلامی، سماجی، اجتماعی، سیاسی، اور اقتصادی نظام کی تشکیل ہے۔ دین اور سیاست کے باہمی تعلق پر زور دیتے ہوئے امام خمینیؒ فرماتے ہیں "میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا نبی کریمؐ کے عہد مبارک میں دین سیاست سے علیحدہ تھا؟ یا اس زمانے میں کچھ ماہرین دین اور کچھ ماہرین سیاست تھے؟ یا کیا خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں کیا؟ کیا امام علیؑ کے زمانے میں سیاست دین سے علیحدہ تھی؟ کیا اس مبارک زمانے میں دین کا ادارہ الگ اور سیاست کا الگ تھا؟"

آپؒ فرماتے ہیں "شہنشاہی نظام اسلامی حکومت اور اسلام کے سیاسی نظام میں سے کوئی مطابقت نہیں، کیونکہ اسلام نے ملوکیت اور شخصی حکومت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وہیں کمیونزم جیسے نظام کی بھی کوئی گنجائش نہیں، جو غیر طبقاتی، غیر سیاسی اور غیر خدائی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔" کمیونزم کو جابرانہ نظام قرار دیتے ہوئے آپ کہتے ہیں "وہ جو کمیونسٹ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ظالم اور سب سے بڑھ کر ڈکٹیٹر اور اپنی قوم کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ان ملکوں میں کسی کو آزادی میسر نہیں ہے۔" کمیونزم کے متعلق سابق سوویت یونین کے صدر مسٹر گورباچوف کے نام اپنے خط میں امام خمینیؒ نے درست اور بجا طور پر تحریر فرمایا ہے "سب پر یہ بات واضح اور روشن ہے کہ اب کچھ عرصے کے بعد کمیونزم کو دنیا کی سیاسی تاریخ کے عجائب گھروں میں تلاش کرنا پڑے گا اس لئے کہ اب تک مارکسزم انسان کی حقیقی ضروریات زندگی میں سے کسی ضرورت کا مثبت جواب نہیں دے سکا ہے۔"

مختصراً اسلام اپنی جگہ مکمل اور جامع سیاسی اور معاشرتی نظام ہے اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے معروف و مشہور اطالوی خاتون صحافی فلاچی سے اپنے انٹرویو میں مرحوم و مغفور امام خمینیؒ فرماتے ہیں۔ "لفظ اسلام جمہوریت یا اس قسم کے کسی دوسرے پیوند کا محتاج نہیں ہے مختصراً اسلام ہر چیز ہے اور اس میں سب کچھ شامل ہے۔ یہ بات ہمارے لئے افسوس ناک ہوگی اگر ہم اسلام کے ساتھ کوئی اور لفظ استعمال کریں۔ یہ لفظ (اسلام) خود ہی کامل ہے جبکہ لفظ جمہوریت جسے آپ (اہل مغرب) بہت قیمتی تصور کرتے ہیں اور جو آپ کو پیارا لگتا ہے کسی مخصوص معنی و مفہوم کا حامل نہیں۔ ارسطو کی جمہوریت ایک چیز ہے اور سوویت جمہوریت دوسری چیز، جبکہ سرمایہ داروں کی جمہوریت ایک اور مختلف چیز ہے۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اسلام اپنی جگہ ایک مکمل نظام حیات ہے مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جمہوریت کی طرح اس کے مختلف مفاہیم مراد نہیں لئے جا سکتے۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کے ساتھ خلافت کا تصور پایا جاتا ہے اس بارے میں مرحوم امام خمینیؒ فرماتے ہیں۔ "اسلام میں خلافت ہی ولایت ہے۔ خلیفہ محض واضع قانون یا مبلغ قانون نہیں ہوتا بلکہ خلیفہ کے ہاتھ میں وہ طاقت و اختیار ہوتا ہے جس سے وہ ملک میں قانون نافذ کرتا ہے اور اس حکومت کے قیام اور اس میں نافذ کرنے والے اداروں کی تشکیل و تنظیم کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے، جس میں ولایت فقیہ کا عقیدہ جزو ایمان ہے۔" آگے چل کر امام خمینیؒ فرماتے ہیں "اسلام نہ صرف مظلوم و ستم رسیدہ عوام کو محروم کر دینے والی بے حساب و کتاب ظالمانہ سرمایہ داری کا مخالف ہے بلکہ کتاب و سنت میں پوری تاکید کے ساتھ اس کی مذمت بھی کرتا ہے اور اسے سماجی انصاف کے خلاف تصور کرتا ہے۔"

"اسلامی نظام میں اگرچہ سرمایہ داری کی مخالفت کی گئی ہے لیکن انفرادی ملکیت کو تحفظ دیا گیا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں کمیونزم میں بھی ملکیت کے خاتمے اور اجتماعی ریاستی ملکیت پر زور دیا جاتا ہے لیکن اسلامی نظام حکومت میں اس قسم کے نظام کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام معتدل نظام ہے جو ملکیت حق کو تسلیم کرتا ہے اور اس کا احترام کرتا ہے لیکن ملکیت کے وجود میں آنے کے اسباب اور اس کے استعمال میں محدودیت کا قائل ہے۔ اگر اس پر واقعی اور صحیح طریقے سے عمل کیا جائے تو صحت مند معیشت کے پہیے حرکت میں آ جائیں گے اور سماجی انصاف جو ایک مسلم نظام کا لازمہ ہے، وجود میں آ جائے گا۔ نجی ملکیت کے تحفظ اور سرمایہ کی گردش کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے امام خمینیؒ ارکان حکومت سے یوں ارشاد کرتے ہیں۔ "خداوند متعال کے احکام کے آگے سر تسلیم خم رکھئے اور ظالم و مجرم سے سرمایہ دار بلاک یا متحد کیپٹلسٹ اشتراک کی بلاک والوں کے کھوکھلے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہو جائے۔ اسلامی حدود کے اندر جائز سرمایہ یا ملکیت کا احترام کیجئے اور ملت کو اطمینان دلائیے تاکہ تعمیری سرگرمیاں اور سرمائے حرکت میں آ جائیں اور ملک، حکومت کو خود کفیل اور چھوٹی بڑی صنعتوں سے مالا مال کریں۔"

اس ساری مختصر بحث سے یہی کچھ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کے نظام سیاست و حکومت میں کسی سیاسی مخصوص سیاسی نظام کے اختیار کرنے پر زور نہیں دیا گیا۔ یہ در اصل ایک ایسا نظام ہے جس میں ریاست اسلامی جمہوریہ ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست کا سربراہ منتخب ہوتا ہے اور اقتدار اعلیٰ کا سرچشمہ خدائے تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے عوام کے ووٹوں سے منتخب شخص (سربراہ مملکت) اللہ تعالیٰ کے نائب یا خلیفہ کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ اسلامی ریاست کے سربراہ اور ارکان کے لئے ضروری ہے کہ مخصوص صلاحیتوں کے حامل ہوں، اور اپنے مقصد میں مخلص ہوں اور ملک وقوم کے مفاد کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ صدر جمہوریہ اور پارلیمنٹ کے اراکین اس طبقے سے تعلق رکھتے ہوں جنہوں نے معاشرے کے محروموں اور مستضعفوں کی محرومیت کو محسوس کیا ہو اور ان کی فلاح و بہبود کا خیال ہو، وہ سرمایہ دار، جاگیردار یا عیش و عشرت اور لذت میں غرق طبقے سے تعلق نہ رکھتے ہوں کیونکہ ایسے لوگ بھوکوں اور غریبوں کی محرومیت اور ان کے رنج و الم کی تلخی محسوس نہیں کر سکتے۔"

آخر پر یہاں یہ قابل ذکر ہے کہ جب فروری ۱۹۷۹ء میں انقلاب اسلامی ایران کامیابی کے ساتھ ہمکنار ہوا۔ تو بانی انقلاب اسلامی امام خمینیؒ نے اولین فرصت میں عوام سے رجوع کرکے ایران میں ریفرنڈم کروا دیا تاکہ ملک ایران میں اسلامی جمہوری نظام کا قیام ہو۔ ۹۸.۲ آراء یا ووٹ اسلامیہ جمہوریہ نظام حکومت کے حق میں آئے اس طرح مملکت ایران ملوکیت اور بادشاہت سے نکل کر جمہوری اسلامی ایران قرار پایا اس کے فوراً بعد صدارتی اور پارلیمنٹ یا مجلس کے انتخابات شیڈول کے مطابق عمل میں لائے گئے۔ آج تقریباً ۳۸ سال گذرنے پر بھی اسلامی جمہوریہ ایران میں صدر اور مجلس یعنی پارلیمنٹ کے انتخابات نہایت خوش اسلوبی اور پرامن طریقے سے عمل میں لائے جاتے ہیں۔ ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کی تاریخ ساز انقلاب اسلامی ایران کے فوراً بعد ستمبر ۱۹۸۰ء میں امریکہ، برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کی ایماء پر عراق کی جانب سے اسلامی جمہوریہ ایران پر جنگ مسلط کر دیا گیا اور یہ مسلط کردہ تباہ کن اور خونریز جنگ پورے آٹھ سال تک جاری رہا۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے اور یہ ختم نظر کی نہیں اور کیا کہ چند عرب ممالک اس وقت بھی اس بے نظیر اور تاریخ ساز انقلاب اسلامی ایران کو درہم برہم کرنے کی مذموم کوششوں اور سازشوں میں ہیں۔ خیر اس آٹھ سالہ مسلط کردہ جنگ میں دونوں جانب (ایران، عراق) سے لاکھوں افراد جان بحق ہوئے اور اربوں ڈالروں کا زبردست مالی نقصان ہوا۔

بانی انقلاب اسلامی ایران امام خمینیؒ ہمیشہ عالمی صیہونیت اور طاغوتی قوتوں کے خلاف مسلم اتحاد و اتفاق کی دعوت دیتے رہے۔ آج بھی ایران دنیا کا واحد اسلامی ملک ہے جو ڈنکے کی چوٹ پر عالمی صیہونیت یعنی اسرائیلی جارحیت کے خلاف اپنی ہمت و غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مظلومین و مستضعفین کے حق میں آواز بلند کرتا ہے۔ ایران کا اصولی موقف ہے کہ کلمہ توحید کا برملا اور پورے یقین و اعتماد کے ساتھ اظہار کرنا اللہ اور رسولؐ کے بتائے ہوئے راستے پر پوری طرح عمل کرنا، اتحاد و اتفاق و یکجہتی کی شاہراہ پر پورے استقامت اور خلوص کے ساتھ گامزن ہونا، عقل سلیم، علم و حلیم علم و بردباری سے دشمنان اسلام کا بھرپور مقابلہ کرنا اور ان کے خلاف سیسہ پلائی دیوار کی طرح صف آراء ہونا، یہ سب ملت اسلامیہ کے وقت کی اہم ضرورتیں ہیں۔

آخر پر موجودہ رہبر معظم جمہوری اسلامی ایران کے سب سے اعلیٰ ترین اور معزز شخصیت حضرت آیت اللہ العظمیٰ مرجع تقلید سید علی حسینی خامنہ ای مدظلہ اور مسئولین و انقلابی عوام کو دل کی گہرائیوں سے جمہوری اسلامی ایران کی چالیسویں سالگرہ کے موقع پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ جمہوریہ اسلامیہ ایران دن دوگنی رات چوگنی ترقی و خوشحالی کے منازل پار کریں اور اسلامی ممالک کے مابین روابط و تعلقات روز بروز بڑھ جائیں اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑی نعمت اتحاد و اتفاق سے نوازیں۔ آمین

آخر پر اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کا یہ خواب پورا ہو جائے

تہران ہو گر عالم مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے۔

و السلام علی من اتبع الهدیٰ
سید سجاد حسین، منور آباد، سرینگر کشمیر (دباب پورہ بڈگام)

Imam Khomeini r.a. through the Eyes of a Non-Muslim

Robin Woodsworth Carlsen says that ...And yet I must go further; Imam Khomeini broke into my heart and my brain with a current of emotion that I can only describe as extreme positivity, what I would prefer to call 'love'.

Although there has been talk about seeing the leader of the Islamic Republic, the much hated, much revered Ayatollah Khomeini, I had learned that it was better – with something a portentously important as such a visit – to make the effort and then accept what happened.

...Imam Khomeini was a symbol in the West of the most obdurate atavistic pride and implacable hatred. And even some Westerners with whom I had talked who had met Khomeini commented on his charisma, but in the same breath remarked at the total absence of humour or warmth in his demeanour. Now I had the opportunity to judge myself.

...Now I was to see in the flesh the personage whose will had dominated Iran, whose policies (although attributed to God) had caused so much disruption in Iran and had drawn so much negativity from the West.

I secured a seat at the front of the hall; Khomeini's chair, draped with a white sheet, was situated on a stage above us at least fifteen feet from floor level.

...We were there for about forty-five minutes before there were signs that the Imam was about to make his entrance. The signal was clear; several other turbaned 'ulama emerged from the door and indicated to the mullah who was waiting on stage that the chieftain, priest, holy man commander and Imam was on his way. At the appearance of Khomeini in the doorway everyone jumped to his feet and began shouting, "Khomeini!" "Khomeini!" "Khomeini!" in the most vibrant athletic, rejoicing, militant tribute that I had ever witnessed for another human being.

Everyone seemed completely taken over by the spontaneous surge of love and adulation, and yet there was the proclaiming with every cell of their heart the absolute confidence that what and who they were honouring was worthy of such honour in the eyes of Allah. Indeed I would say that the explosion of ecstasy and power that greeted the Imam was itself not so much a simple reflex based upon a fixed idea of the Imam; it was rather the natural and exuberant hymn of praise, of celebration that was demanded by the very majesty and overpowering charisma of this man.

For once the door opened for him I experienced a hurricane of energy surge through the door, and in his brown robes, his black-turbaned head, his white beard he stirred every molecule in the building and riveted the attention in a way that made everything else disappear.

He was a flowing mass of light that penetrated into the consciousness of each person in the hall. He destroyed all images that one tried to hold before one in sizing him up. He was so dominant in his presence that I found myself organized in my sensations by that which took me far beyond my own concepts, my own way of processing experience.I had expected-no matter what the apparent stature of the man to find myself scrutinizing his face, exploring his motivation, wondering about his real nature. Khomeini's power, grace, and absolute domination destroyed all my modes of evaluation and I was left to simply experience the energy and feeling that radiated from his presence on the stage.

A hurricane he was, yet immediately one could see there was a point of absolute stillness inside that hurricane; while fierce and commanding, he was yet serene and receptive. Something was immovable inside him, yet that immovability moved the whole country of Iran. This was no ordinary human being; in fact even of all the so called saints I had met-the Dalai Lama, Buddhist monks, Hindu sages-none possessed quite the electrifying presence of Khomeini.

For those who could see (and feel) there could be no question about his integrity, nor about the claim, however muted by people like Yazdi, by his people that he had gone beyond the normal (or abnormal) selfhood of the human being and had taken residence in something absolute.

This absoluteness was declared in the air, it was declared in the movement of his body, it was declared in the motion of his hands, it was declared in the fire of his personality, it was declared in the stillness of his consciousness. There was no mystery about why he was so loved by millions of Iranians and Muslims throughout the world and he demonstrated, to this observer at least, the empirical foundation for the notion of higher states of consciousness.

Yes, the severity, the humourlessness, the absolutist judgement was apparent; yet given the circumstances within which he was placed, there was the affirmation of appropriateness in his every gesture and aspect. This was the most extraordinary person I had seen.

At first he did not speak; another religious leader addressed the audience, Khomeini sitting in a kind of immaculate silence and perfect equilibrium. He was motionless; he was detached; he was in an ocean of peacefulness; and yet something was in pure motion; something was dynamically involved; something was ready to wage constant war. He dwarfed all those people whom I had met in Iran; he dominated the stage even while the other mullah spoke.

All eyes were on Khomeini, and there was not the slightest trace of egotism, of self-consciousness, even, if I can say it, of inner dialogue or random thinking. His whole being focused relentlessly yet spontaneously on the point of concentration that aesthetically and spiritually fitted into the dramatic scene we were witnessing. Despite the fierce intention, the absolute sense of uncompromising rectitude, there was yet the sense of something perfectly effortless and smooth that dictated the manifest movements of his hands, the sound of his throat clearing, the focus of his attention. Here hundreds of patriots and Muslims had shouted his greatness, had sworn their love, their absolute adulation; yet while receiving all this he remained within himself, he remained unmoved; he remained in the dignity of some imperturbable inner state that was beyond the boundaries of a causation that I was familiar with.

The reader may wince at the extravagance of my description of this man; he must know, however, that despite everything that I had heard, despite the contradictory evidence I had received before (the seeming violence of the rhetoric, the lack of creative playfulness and so on), the actual and immediate impression of what Imam Khomeini was had nothing to do with some sort of idea or concept.

The experience was too overpowering for that. Imagine for a moment the pushing of the body of oneself out of one's mother's womb, or the moment when one might awaken to the fact that one was being created inside a foetal body, or the moment when one was conscious of dying, or the moment when one first discovered the power of egos: these experiences have as their basis a primary determinant outside of the frame of reference the individual; what is dominant is the intrinsic nature of the reality which is giving birth to the experience. Such is what happened on the morning of Wednesday, February 9th, 1982 in North Tehran.

The subjectivity of the experience seemed to be objectified by something that was at the very basis of my consciousness; I transcended the mode of experience that normally determined what sensations, thoughts, feelings constellated into my awareness of self. Khomeini was that powerful; Khomeini was that strong; Khomeini was that egoless and invincible.

...He was not someone with whom one could discuss the meaning of individual choice, or the sensuous beauty of ballet, but he was yet the most formidable human being on the stage of international politics, and he seemed, at least from my vantage point, to be easily a contemporary of Christ himself; not that Khomeini would ever compare himself with Christ – but he radiated that same uncompromising integrity and one-pointed intention.

...And yet I must go further; Imam Khomeini broke into my heart and my brain with a current of emotion that I can only describe as extreme positivity, what I would prefer to call 'love'.

By Robin Woodsworth Carlsen
From his book 'The Imam and his Islamic Revolution'

Printer,Publisher & Owner:Waseem Raja;Editor in Chief:Waseem Raja;Ass.Editor:Mohammad Afzal Bhat;R.N.I No:JKBIL/2015/6342
Published From:Maisuma Bazar,Gaw Kadal Srinagar (J&K);Adms.Office:Natipora Sgr; Printed at:Khidmat Offeset,Abi Guzar The Bund,Srinagar;
Contact:+91-9419001884;Email:editorwilayattimes@gmail.com; Website:www.wilayattimes.com

3rd Year of Publication

Srinagar

WILAYAT
Weekly TIMES

Imam Khomeini revives unity, rapprochement

Sunni Cleric of Iran Mamousta Marouf Khaled says that "Imam Khomeini attempt in boosting solidarity and reviving unity and rapprochement among Islamic denominations has never been slid into oblivion.""The late Imam Khomeini (RA) revived the unity and rapproachement among Islamic denominations."

Vol:04 | Issue:23 | Pages:16 | 4th June 2018 to 10th June 2018 | Rs.5/-

Guess who called for the boycott of Israel in 1967?

> *I have repeatedly invited Islamic states towards unity and brotherhood against instigators who seek to fuel discord among Muslims and the Islamic states; to enslave and humiliate our dear countries under colonialism and exploit their spiritual and materialistic resources.*

Imam Khomeini (ra) was among the world's top spiritual leaders to influence boycotts against Israel, starting in 1967. With the victory of the Islamic Revolution of Iran under his leadership in 1979, Iran cut all ties with Israel.

After the 6-day war had been launched between Israel and Arab countries, Imam Khomeini issued a message wherein he called any relationship with Israel 'haram' or religiously prohibited. This message was in a way the main initiative that led to pervasive 'Boycott Israel' campaigns.

The message was issued on June 07, 1967 and reads as follows;

In the Name of God, the Beneficent, the Merciful

I have repeatedly invited Islamic states towards unity and brotherhood against instigators who seek to fuel discord among Muslims and the Islamic states; to enslave and humiliate our dear countries under colonialism and exploit their spiritual and materialistic resources.

I have repeatedly warned governments, the Iranian government in particular, against Israel and its dangerous mercenaries.

This source of corruption, which has been placed in the heart of Islamic countries with the support of major powers and its roots of corruption, threaten the Islamic countries day after day. This source should be eradicated through the efforts of Islamic countries and the great Muslim nation. Israel has launched an armed revolt against Islamic countries and it is obligatory for the Islamic states to eliminate it.

Helping Israel by way of selling weapons and explosive materials or selling oil is haram; it is an act of disobeying Islam.

Relations with Israel and its mercenaries, whether commercial relations or political ones, are haram and an act of disobeying Islam; Muslims should avoid using or purchasing Israeli goods.

I ask God for the victory of Islam and Muslims.

"May peace be upon him who follows guidance."
Quran [20:47]

Ruhullah Mousavi Al-Khomeini

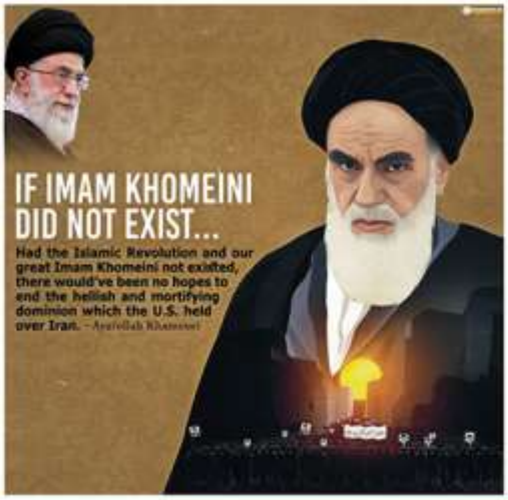
IF IMAM KHOMEINI DID NOT EXIST...
Had the Islamic Revolution and our great Imam Khomeini not existed, there would've been no hopes to end the hellish and mortifying dominion which the U.S. held over Iran. - Ayatollah Khamenei

SAVE PRECIOUS LIFE

The 12 years old girl namely Syeda Fatima D/O Syed Hussain R/O Sumbal Bandipora is suffering from chronic liver disease. Considering the stage of illness liver transplantation is an ideal treatment for this disease.The girl is presently admitted at Apollo Hospital New Delhi (India). However the family can't afford the expenditure of the treatment and cost is nearly Rs.20 lacs. Kindly help and pray for her to save the precious life.

A/C no:0089040100148531
Name: Fatima Syed; Bank Name: J&K Bank;Branch:Sumbal Bandipora

Courtesty:Wilayat Times Media Group (Kashmir)